AL-MISBAH RESEARCH JOURNAL

Al-Misbah, **Vol. 3, No. 2**(2023),167-178
https://almisbah.info/

قرآن اور بائبل کی روشنی میں حیات عیسی؛ مکالمہ بین المذاہب کی اہمیت

LIFE OF HAZRAT ISA (A) IN THE LIGHT OF THE HOLY QURAN AND BIBLE; IMPORTANCE OF INTERFAITH DAILOUGE.

*Dr Asma Aziz
**Dr Arif Mateen
***Muhammad Farooq Iqbal

ABSTRACT

Interfaith harmony through dialogue for peaceful coexistence throughout recorded history has until now and will forever remain very significant for all societies. Hence, the answer to the question of how to achieve this noble goal has also been pivotal. Many, including religiously motivated and politically inspired experts and scholars, have tried to answer this question. Knowledge, awareness, and dialogue about the founder of the religion, his life, historical background, faith, and religious practices can be a key factor to promote interfaith harmony through dialogue for sustainable development of all communities. Moreover, life history of Prophet Jesus (AS) is worth studying for his own sake since he, being a prophet, is highly valued and respected in both major religions of the world.

Therefore, this paper aims to examine the life of Prophet Jesus (AS) in the light of primary sources of Islam and Christianity, the Quran, and the Bible. His miraculous birth, various stages of his life history, his message, the opposition, overall response of his people, answer to the question whether he was crucified or raised up in the heavens as well as his second coming is studied in this research highlighting the commonalities and differences from both scriptures. It is hoped that this research would also lead to further interaction between Muslim and Christian intellectuals opening the doors for better understanding of both religions and close relations in academia.

Keywords: Prophet Isa, Quran, Bible, interfaith harmony, dialogue

تعارف:

اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی ہدایت اور فلاح دارین کے لیے انبیاء کو مبعوث فرمایا تاکہ اولادِ آدم کی خدا کے متعلق رہنمائی ہو اور انبیاء کرام علیہم السلام انہیں اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کی دعوت دیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی آمد کا سلسلہ ابوالبشر، جد الانبیاء حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور بعثت کا یہ سلسلہ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ پر مکمل ہوا۔(1) اس دوران کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم

* Assistant Prof. Dept. Of Islamic Studies, GC Women University Faisalabad.
** Assistant Prof. Dept. Of Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University Multan.
*** Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, Ghazi University.

ISSN-Online: 2790-8828
ISSN-Print: 2790-881X

السلام[۲] اس دنیامیں تشریف لائے جن کے بنیادی مقاصد دو تھے:

(۱) عقائد و نظریات کی درستگی

(۲) معاشرت کی اصلاح

ان میں عقائد و نظریات کی درستگی کا تعلق اصلاح دین سے ہے جبکہ معاشرت کی اصلاح کا تعلق اصلاحِ اعمال سے ہے۔عقائد و نظریات کی درستگی یعنی اصلاح دین کے باب میں ہر اس فکر و نظریے کی نفی کر دی گئی جو انسانیت کو غیر اللہ کی بندگی میں گرفتار کرکے اس کی تکریم و شرف انسانیت چھین لے۔ایک الٰہ کی عبادت وبندگی کے نظریہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یوں ارشاد فرمایا:

"قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ"[۳]

"تم فرماؤوہ اللہ ہے وہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا، اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی"

جب کہ معاشرت کی درستگی یعنی اصلاح اعمال کے باب میں ایسا نظام حیات متعارف کروایا گیا جو خالصتاً وحی الٰہی پر مبنی ہے اور یہ بات باور کر دی گئی کہ جو مبنی بروحی نظام رائج کیا جارہا ہے وہ انسانوں پر کسی انسان یا مافوق الفطرت دیومالائی طاقت کی حکمرانی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا مقتضی ہے۔

ان مقاصد کے پیش نظر ہر دور میں انبیاء کرام علیہم السلام مصرف کار رہے تاہم یہ انبیاء کرام علیہم السلام ایک مخصوص علاقے، خطے، کسی خاص قوم کے لیے مبعوث ہوئے تا آنکہ نبی آخر الزماں جناب حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرماکر مبنی بروحی نظام اور رشد وہدایت کا سلسلہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔نبی آخر الزماں جناب محمد ﷺ سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کورشد وہدایت کا مصرف کار تھے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ بنی اسرائیل کی طرف مبعوث فرمائے گئے تھے لہٰذا آپ کے شخصی احوال کو جاننے کا بنیادی ماخذ مسیحیت کی بنیادی کتب (اناجیل اربعہ) اور مسیحی مفکرین کے اقوال ہیں جن کی بنیاد پر جناب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا مطالعہ کیا جائے تو اسے حسب ذیل ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(۱) دورِ اول(پیدائش تا اعلانِ نبوت)

(۲) دورِ ثانی(آغازِ دعوت)

(۳) دورِ ثالث(عروجِ دعوت)

(۴) دورِ رابع(ایذا رسانی)

(۵) دورِ خامس(رفعِ آسمانی)

مسیحی مفکرین کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں قریباً کُل تینتیس سال رہے جن میں سے ابتدائی تیس سال (پیدائش تا اعلانِ نبوت) گمنامی میں گزارے جنہیں "خاموش سال یا خاموشی کے سال(Hidden Years)" کہا جاتا ہے۔دوسرے، تیسرے اور چوتھے دور کو مسیحیت میں بالترتیب "ظہور، مقبولیت، مخالفت کے سال"[۴] کہا جاتا ہے۔حیات عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق مسیحی لٹریچر کا اکثر وبیشتر انہی تین سالوں پر محیط ہے۔یہ کہنا بے جانہ ہو گا کہ مسیحیت میں اپنے نبی کی سوانح حیات کے بارے میں صرف ان تین سالوں سے متعلق روایات کا قدرے علم موجود ہے جب کہ سیرت عیسیٰ علیہ السلام کے دیگر پہلو یکسر معدوم ہیں۔بعد ازاں پانچواں دور شروع ہوتا ہے جس میں آپ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر زندہ اٹھالیا گیا، رفع آسمانی کا دور تاحال جاری ہے۔

دورِ اول۔ پیدائش تا اعلانِ نبوت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا اول دور پیدائش تا اعلانِ نبوت کا دور ہے جو کہ مسیحی مفکرین کے نزدیک تیس سال پر محیط ہے۔ ان تیس سالوں کے بارے میں مسیحی لٹریچر اور تاریخی روایات میں کوئی خاطر خواہ معلومات نہیں ملتیں حتیٰ کہ انجیل نویس بھی اس عرصہ کی تفصیلات کے بارے میں قلم اٹھانے سے عاجز ہیں۔ اناجیل اربعہ میں اس دور کے بارے میں چند ایک معلومات ہی پائی جاتی ہیں۔

ولادت:

مسیحیوں اور اہل اسلام کے نزدیک حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش معجزاتی (بغیر باپ کے پیدائش) ہے۔ اناجیل اربعہ جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سوانح عمریوں کی حیثیت رکھتی ہیں، ان میں آپ علیہ السلام کی معجزاتی پیدائش کو یوں بیان کیا گیا ہے:

> "جبرائیل فرشتہ خدا کی طرف سے گلیل کے ایک شہر میں جس کا نام ناصرۃ تھا ایک کنواری کے پاس بھیجا گیا۔۔۔ اور اس کنواری کا نام مریم تھا۔ اور فرشتہ نے اس کے پاس اندر آکر کہا سلام تجھ کو جس پر فضل ہوا ہے! خداوند تیرے ساتھ ہو۔ وہ اس کلام سے بہت گھبرا گئی اور سوچنے لگی کہ یہ کیسا سلام ہے۔ فرشتہ نے اس سے کہا اے مریم! خوف نہ کر کیونکہ خدا کی طرف سے تجھ پر فضل ہوا ہے اور دیکھ تو حاملہ ہوگی اور تیرے بیٹا ہوگا۔ اس کا نام یسوع رکھنا۔۔۔۔ مریم نے فرشتہ سے کہا یہ کیوں کر ہوگا جبکہ میں مرد کو نہیں جانتی۔ اور فرشتہ نے جواب میں کہا کہ روح القدس تجھ پر نازل ہوگا اور خدا تعالیٰ کی قدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی۔"(۵)

قرآن کریم آپ علیہ السلام کی معجزاتی ولادت کا ذکر یوں کیا گیا ہے:

> "وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا. فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ ---وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِنَّا وَكَانَ أَمْرًا مَقْضِيًّا. فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا"(٦)

> "اور اس کتاب میں مریم کو تذکرہ کر وجب مشرق کی سمت وہ اپنے گھر والوں سے الگ ایک جگہ پر تھی تب ہم نے اس کی طرف اپنی جناب سے رحمت والا (فرشتہ) بھیجا جو ایک انسان کی مانند تھا تو وہ بولی میں رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تجھے خدا کا خوف ہے تو، وہ بولا میں تیرے رب کی طرف سے بھیجا گیا ہوں تاکہ میں تجھے ایک پاک طینت بیٹا دوں۔ وہ بول اٹھی میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا جبکہ مجھے آج تک کسی مرد نے نہیں چھوا اور نہ میں بدکردار ہوں۔ وہ بولا اسی طرح تیرے رب کا حکم ہے کہ یہ میرے لئے آسان ہے اور اس وجہ سے کہ وہ لوگوں کے لئے ایک نشانی مقرر کردے اور رحمت کرے۔ جب یہ کام ٹھہر چکا تو مریم حالتِ حمل میں دور کسی جگہ چلی گئی"

قدرے تفاوت کے ساتھ معجزاتی پیدائش کا ذکر قاموس الکتاب میں ملتا ہے جس میں یہ تصریح بھی کی گئی ہے کہ "یسوع مسیح کی مفصل یا تاریخی واقعات کے مطابق سوانح حیات ترتیب نہیں دے سکتے۔"(۷) آپ علیہ السلام کی معجزاتی پیدائش کے سبب مسیحی آپ کو "کلمۂ خدا" اور ابن اللہ "تصور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کلمہ متجسد ہو کر زمین پر اترا۔ مسیحی مفکرین فلسفۂ تجسد کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "مسیحی الٰہیات میں مسئلہ تجسد سے مراد خدا کا انسانیت اختیار کرنا ہے یعنی خدا جو خود ہست، لامحدود اور ازلی روح ہے، وہ کامل خدا رہتے ہوئے ایک وقت انسان بنا"(۸)

تاہم قرآن کریم نے مسئلہ تجسد کی تردید بیان کی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"إِنَّ مَثَلَ عِيسَى عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ"[۹]

"عیسیٰ کی کہاوت اللہ کی نزدیک آدم کی طرح ہے اسے مٹی سے بنایا پھر فرمایا ہو جا وہ فوراً ہو جاتا ہے۔"

تاریخی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت چار یا چھ قبل مسیح میں ہوئی۔[۱۰]

اسم گرامی:

آپ علیہ السلام کا نام "یشوع" تھا جسے عبرانی میں "یسوع" بھی کہا جاتا ہے۔ انجیل متی میں آپ علیہ السلام کا ایک نام "عمانوایل" ذکر کیا ہے۔[۱۱] ولادت کے آٹھویں دن آپ کا نام رکھا گیا۔ انجیل نویس لوقا لکھتا ہے:

"جب آٹھ دن پورے ہوئے اور اس کے ختنہ کا وقت آیا تو اس کا نام یسوع رکھا گیا جو فرشتے نے اس کے رحم میں پڑنے سے پہلے رکھا تھا"[۱۲]

"یسوع" کا معنیٰ "سید، مبارک" ہے نیز "نجات دلانے والا" بھی اسی کا معنیٰ ہے۔ آپ علیہ السلام کا عربی میں نام نامی "عیسیٰ" ہے جب کہ انگریزی میں "کرائسٹ (Christ)" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ علیہ السلام کا ایک اور نام "مسیح" ہے۔ "مسیح" یہ "مسح" سے مشتق ہے۔ مسح کا معنیٰ "کسی چیز پر ہاتھ پھیرنا اور اس سے برے اثرات کو زائل کر دینا" ہے چونکہ آپ علیہ السلام مریض پر ہاتھ پھیر کر اس کی بیماری زائل فرما دیتے تھے اسی لیے آپ علیہ السلام کو "مسیح" بھی کہا جاتا ہے۔ الغرض آپ علیہ السلام کا ذاتی نام "یشوع" یا "یسوع" یا "یسوع عیسیٰ" ہے۔ "مسیح" آپ علیہ السلام کا وضعی نام ہے[۱۳] اور "ناصری" آپ کی "ناصرت"[۱۴] علاقے کی طرف نسبت کی وجہ سے لقب ہے۔ جب کہ "ابن مریم" آپ کی کنیت ہے۔

بچپن اور جوانی:

نئے عہد نامہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ابتدائی زندگی کے بارے میں تفصیلاً یا اجمالاً موجود نہیں ہے، نہ ہی ایسی کوئی مسلّم مرویات موجود ہیں جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بچپن اور نوجوانی کے حالات کا علم حاصل ہو سکے۔ تاہم انجیل نویسوں اور مسیحی مفکرین نے اس مکمل وقت کے بارے میں صرف اتنی روشنی ڈالی ہے کہ آپ علیہ السلام عام بچوں کی مانند پلے، بڑھے۔ سیدہ مریم کے گھر پرورش بے سرو سامانی کے عالم میں پائی مگر آپ علیہ السلام ہر لمحہ خدا کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرتے رہے۔ چھ، سات سال کی عمر میں ایک مقامی یہودی عبادت خانے سے ابتدائی تعلیم کا آغاز کیا[۱۵] اور اپنے لڑکپن ہی سے عہد عتیق کا خاص مطالعہ کرتے رہے۔[۱۶]

بارہ سال کی عمر میں آپ علیہ السلام بہت سے مذہبی امور میں مہارت تامہ حاصل کر چکے تھے۔ یہاں تک کہ آپ ہیکل کے استادوں کے سوالات کے جوابات دیتے تھے۔ بارہ سے تیس سال کی عمر کے دوران والدہ اور اہل خانہ کی روزی کے بندوبست کے لیے بڑھئی کا کام کرتے رہے[۱۷] اور دیگر افراد کی طرح باقی کاموں میں بھی ہاتھ بٹاتے رہے۔[۱۸] کام کاج کے ساتھ کلام کے مطالعے اور دعا و بندگی میں کافی وقت صرف کرتے تھے۔ عمر کا یہ وقت آپ نے "ناصرۃ" علاقے میں گزارا۔ اسی وجہ سے مسیحی فرقوں میں آپ علیہ السلام کو "یسوع ناصری" بھی کہا جاتا ہے۔

یہ وہ چند باتیں تھیں کہ جن سے آپ علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر سن بلوغت اور جوانی کے جسمانی، ذہنی اور روحانی خدوخال کے متعلق تھوڑا بہت اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

دورِ ثانی (آغازِ دعوت)

حیات عیسیٰ علیہ السلام کا دوسرا دور آغازِ دعوت کا دور ہے جو ایک سال پر محیط ہے اور آپ علیہ السلام کی زندگی کے تیس سال

گزر جانے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ مسیحی روایات کے مطابق آپ علیہ السلام نے تیس سال مکمل ہونے پر اعلانِ نبوت فرمایا اور مقاصد نبوت کے پیشِ نظر عقائد و نظریات اور اصلاح معاشرت کا کام شروع کیا۔ اس کی ابتدا تب ہوئی جب حضرت یحییٰ[۱۹] علیہ السلام اپنی دعوت و تبلیغ کی ذمہ داریاں پوری کر رہے تھے اور ساتھ ساتھ آنے والے نبی کی خوشخبری دے رہے تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا پیغام لوگوں کے لیے بڑی دلچسپی اور جوش و خروش کا باعث بنا۔ ہر جگہ سے لوگ ان کے پاس آتے۔ کسان، سپاہی، محصول لینے والے، غریب اور امیر، الغرض ہر طرح کہ لوگوں کا ہجوم لگا رہتا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس بات کا علم ہوا کہ یوحنا (یحییٰ علیہ السلام) نے یہودیوں میں بیداری کی تحریک شروع کر رکھی ہے تو آپ نے ناصرت میں بڑھئی کی دکان میں اپنے اوزار رکھے اور یوحنا سے پاس جنوب کی جانب دریائے یرون کے پاس ملے اور خود کو بپتسمہ دینے کا کہا۔ یہیں سے آپ علیہ السلام کی تبلیغی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ مسیحی روایات کے مطابق آپ علیہ السلام نے ابتدائی چند ماہ جنگلات میں گزارے۔ بحیرہ مردار کے نزدیک بنجر اور سنسان علاقہ میں گھومتے رہے۔ انجیل نویس مرقس کے لکھا ہے:

"اور وہ بیابان میں چالیس دن تک شیطان سے آزمایا گیا اور جنگلی جانوروں کے ساتھ رہا"[۲۰]

تقریباً چار ماہ مجاہدات میں گزارنے اور مختلف قسم کی آزمائشوں کو پار کرنے کے بعد بقیہ تقریباً آٹھ ماہ یہودیہ میں دعوت و تبلیغ کی خدمت سر انجام دی۔[۲۱] اس خدمت کے دوران آپ علیہ السلام کے ماننے والوں کی تعداد اگرچہ بہت کم رہی لیکن آپ لوگوں میں اللہ کی طرف سے ایک نبی اور رِبی[۲۲] (استاد) کی حیثیت سے پہچانے جانے لگے تھے۔ اس دوران آپ علیہ السلام پر ایمان لانے والے اولین افراد میں "شمعون پطرس"، "اندریاس" اور زبدی کے دو بیٹے "یعقوب" اور "یوحنا" تھے۔ زاں بعد آپ کے ماننے والوں میں فلپس، نتن ایل بھی شامل ہوگئے اور پیروکاروں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک مصلح کی حیثیت سے لوگوں کو دین خداوندی کی طرف رہنمائی کرتے رہے۔ اس دوران آپ کے بیت صیدا، قانائے گلیل، کفرنحوم ویروشلیم کے مختصر اسفار کئے اور لوگوں کو اپنے معجزات بھی دکھائے۔ مسیحی مفکر "این میلنز" کا کہنا ہے:

"ہر کوئی جو المسیح سے شخصی طور پر ملتا اس کی زندگی بدل جاتی، حتیٰ کہ انتہائی بے ایمان شخص بھی المسیح سے شخصی ملاقات کے بعد تبدیل ہو سکتا ہے"[۲۳]

اس دور کا اختتام یروشلیم میں عید فسح پر ہوتا ہے۔ جب آپ علیہ السلام نے یہودی کاہنوں کی کج رویوں کو ہیکل میں ملاحظہ فرمایا تو ان کے خلاف آواز بلند کی اور انہیں درست ایمان کی طرف دعوت دی۔ مذہبی عبادات کے لئے ہیکل سلیمانی میں سالانہ عید فسح[۲۴] کا میلا لگتا تھا اور سنت ابراہیمی کے مطابق قربانیاں پیش کی جاتی تھیں۔ جن جانوروں کو قربان کیا جاتا تھا ان کی خرید و فروخت بھی اسی جگہ ہیکل کے اندر ہی کی جاتی تھی۔ ہیکل کی جگہ کو صرف دعا اور عبادت کے لئے مخصوص کیا گیا تھا مگر ہیکل کے اندرون کمرے اور بیرونی عمارت مذہبی عبادت گاہ کی بجائے مویشی منڈی کا منظر پیش کر رہے تھے۔ ہیکل کے سردار کاہن "حنّا" نے اس کی اجازت اس لیے دی تھی کہ ہیکل کے خزانے میں زیادہ چندہ جمع ہو سکے لیکن جس چیز نے اس مسئلے کو زیادہ بگاڑ دیا تھا وہ کاروباری لوگوں کی غلط روشیں تھیں۔ وہ یہاں آنے والے عبادت گزاروں کو قربانی کے جانور مہنگے داموں میں فروخت کرتے تھے اور صرّاف رومی اور دیگر کرنسیوں کو یہودی کرنسی میں تبدیل کرنے کے لیے بھاری رقم مانگتے تھے۔ غریبوں کو لوٹا جا رہا تھا جبکہ ہیکل کا بڑا پادری اور اس کا خاندان خوب منافع کما رہا تھا۔ ہیکل میں یہ بے راہ روی ہوتا دیکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام غضب ناک ہوئے۔ آپ علیہ السلام نے جانوروں کو ہیکل سے باہر نکال دیا اور صرّافوں کے دوکانداری کو بھی الٹ دیا۔ انجیل نویس یوحنا لکھتا ہے:

> "یہودیوں کی عید فسح نزدیک تھی اور یسوع یروشلیم کو گیا۔ اس نے ہیکل میں بیل اور بھیڑ اور کبوتر بیچنے والوں کو اور صرّافوں کو بیٹھے پایا۔ اور رسیوں کا کوڑا بنا کر سب کو یعنی بھیڑوں اور بیلوں کو ہیکل سے نکال دیا اور صرّافوں کی نقدی بکھیر دی اور ان کے تختے الٹ دئے۔ اور کبوتر فروشوں سے کہا ان کو یہاں سے لے جاؤ۔ میرے باپ کے گھر کو تجارت کا گھر نہ بناؤ"(۲۵)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایسا کرنے سے یہودی سردار کاہن اور ہیکل کے صاحب اختیار لوگ آپ کی مخالفت پر اتر آئے جس کی وجہ سے آپ علیہ السلام نے حالات کے تناظر میں یروشلیم کو خیر باد کہا اور یہودیہ واپس آگئے۔ یہودیہ میں خدمتِ دعوت و تبلیغ کے ۸ ماہ اب اختتام پذیر ہوئے اور یہاں فریسیوں نے آپ علیہ السلام کی مخالفت شروع کر دی جس کی وجہ سے آپ نے گلیل کی طرف رخت سفر باندھا۔ یہاں آپ علیہ السلام کے ظہور کے سال کا دور اختتام پذیر ہوتا ہے۔ اس دور کے اختتام پر تمام علاقہ جات میں آپ کی آمد کا اعلان ہو چکا تھا اور ہر کوئی آپ کے بارے میں کچھ نہ کچھ معرفت رکھتا تھا۔

دورِ ثالث (عروجِ دعوت)

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام یہودیہ سے سفر کرتے ہوئے براستہ سامریہ گلیل پہنچے۔ لفظ "گلیل" ایک عبرانی لفظ ہے جس کا مطلب "حلقہ"، "چکر"، "دائرہ" ہے۔ چونکہ اس علاقے کے اردگرد مختلف قومیں آباد تھیں غالباً اسی لیے اسی "گلیل" کہا جاتا تھا۔ پرانے عہد نامہ کے زمانہ میں وہ علاقہ جو فلسطین کے شمال میں اور یرون دریا کے مغرب میں واقع تھا۔ اسے "جلیل" بھی کہا گیا ہے۔ پروٹسٹنٹ اُردو ترجمہ بائبل میں اسے "قوموں کا گلیل"(۲۶) جب کہ کیتھولک اُردو ترجمہ بائبل میں اسے "قوموں کا جلیل"(۲۷) کہا گیا ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی اس علاقہ میں تشریف آوری پر مقبولیت کے دور کا آغاز ہوتا ہے جو کہ تقریباً چودہ ماہ پر مشتمل ہے۔ گلیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کُل دعوت و تبلیغ کی خدمات کے قریباً بیس ماہ گزارے۔ دورِ ثالث کے چودہ ماہ اسی گلیلی خدمت میں شامل ہیں۔ گلیل میں آپ علیہ السلام کی خدمت کے کا یہ دور عروجِ دعوت کا دور تھا اس لیے اس دور کو "سالِ مقبولیت" اور "مشہوری کا سال" کہا جاتا ہے۔ اس دوران آپ نے گلیل میں بہت سے معجزات دکھائے جن میں قانائے گلیل میں شفا دینا(۲۸)، پانچ ہزار لوگوں کا کھانا کھلانا(۲۹)، پانی پر چلنا(۳۰)، دو اندھوں کو شفا دینا(۳۱)، طوفان کو تھما دینا(۳۲)، مفلوج کو شفا دینا(۳۳)، یائیر کی بیٹی کو شفا دینا(۳۴) وغیرہ شامل ہیں۔ اس دور میں جب آپ علیہ السلام "کفر نحوم" کی طرف گئے جو گلیل کی جھیل کے شمال میں واقع ہے تو اسے گلیل اور اس کے گرد و نواح میں منادی کرنے کا نیا مرکز بنایا۔ مقبولیت کے سال کا اکثر و بیشتر حصہ اسی علاقے میں گزرا۔ یہیں آپ نے اپنے بارہ شاگردوں کا انتخاب کیا جو آپ سے تعلیم پا کر دعوت و تبلیغ کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ گلیل میں ابھی تقریباً چار ماہ کا وقت گزرا تھا کہ آپ علیہ السلام عید فسح میں شرکت کے لیے یروشلیم تشریف لے گئے۔ یروشلیم سے دوبارہ کفرنحوم میں واپس آئے اور اپنی دعوتی و تبلیغی خدمات میں مزید اضافہ کر دیا جسے آپ کی خدمات کا "پھلدار اور سرگرم حصہ" اور "گلیلی خدمت کا درمیانی حصہ"(۳۵) کہا جاتا ہے۔ یہ دورانیہ تقریباً دس ماہ پر محیط ہے جس کی تکمیل پر مقبولیت کے سال کا اختتام ہو جاتا ہے۔ اس دوران آپ علیہ السلام کی شہرت دور دور تک پھیل گئی اور جہاں کہیں آپ تشریف لے جاتے لوگوں کے ہجوم میں گھر جاتے تھے۔

دورِ رابع (ایذا رسانی)

گلیل کی خدمت کا درمیانی وقت شہرت اور مقبولیت کے سال کا حصہ ہے جس میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو عام لوگوں کی حمایت حاصل رہی مگر اس حمایت کے عوض میں خواص خصوصاً مذہبی راہنماؤں کی طرف سے مخالفت بڑھتی گئی حتیٰ کہ یہ مخالفت اتنی زیادہ ہوئی کہ

گلیل میں گھر کے اپنے لوگوں نے بھی آپ کا انکار کر دیا۔ یہیں سے آپ علیہ السلام کی زندگی کا چوتھا دور شروع ہوتا ہے۔ یہ دور بھی تقریباً ایک سال پر محیط ہے اسے آپ علیہ السلام کی خدمت کا آخری سال بھی کہا جاتا ہے۔ خدمت کے دوسرے سال میں جو عظیم شہرت و مقبولیت آپ علیہ السلام نے حاصل کی تھی وہ اب یکسر مخالفت میں تبدیل ہو رہی تھی۔ اس مخالفت کے پیچھے بھی مذہبی راہنما ہی بڑے کردار تھے وہ آپ علیہ السلام کی تقریباً ہر بات کو چیلنج کرتے اور آپ کے ہر عمل کی مخالفت کی سر توڑ کوشش کرتے۔ انہی اسباب و محرکات کی وجہ سے آپ علیہ السلام کی مخالفت شدید زور پکڑ رہی تھی تو آپ کے دعوت و تبلیغ کے مرکزی مقام "کفرنحوم" کو خیر باد کہا اور شمال مغرب میں فینیکے کے شہر "صور" اور "صیدا" کی طرف چلے گئے۔[۳۶] کچھ وقت وہاں گزارازاں بعد واپس گلیل آئے اور گلیل کے جھیل کے آس پاس چند معجزات دکھائے اور مسلسل مخالفت کے سبب دوبارہ گلیل سے نکل کر چالیس کلومیٹر شمال کی طرف قیصریہ فلپیّ کے علاقے میں چلے گئے۔[۳۷] اس کے بعد دوبارہ گلیل میں آئے اس بار بھی مخالفت کی وجہ سے وہاں آپ کو رد کر دیا گیا پھر سامریہ کی طرف گئے اور انہیں دعوت دین دی مگر سامریوں نے بھی یہودیوں کے نفرت ہونے کی وجہ سے آپ علیہ السلام کا نہ تو سامریہ میں داخل ہونے دیا اور نہ کہ آپ پر ایمان لائے۔ آپ علیہ السلام سامریہ کی سرحد کے ساتھ ساتھ جنوب کی جانب یہودیہ کی طرف گئے۔ آپ علیہ السلام یہودیہ کے لوگوں کو بھی آخری بار موقع دینا چاہتے تھے تاکہ وہ آپ پر ایمان لے آئیں۔ یہودیہ میں آپ نے تین ماہ قیام کیا اور دعوتِ دین کی مساعیٔ جمیلہ سرانجام دیتے رہے مگر مخالف گرہوں کے دباؤ کی وجہ سے یہ علاقہ بھی آپ کو پھر سے چھوڑنا پڑا۔

یہودیہ سے نکلنے کے بعد آپ یردن دریا کے دوسری جانب پریہ کے صوبے میں تشریف لے گئے[۳۸] یہاں بھی تین ماہ تک دعوتی خدمات دیں مگر فریسیوں کی مخالفت یہاں لگاتار جاری رہی جو مسلسل آپ علیہ السلام کی دعوتی خدمات کو تباہ کرنے کے درپے تھے۔ اسی تناظر میں ماہ اپریل کا آغاز ہو چکا تھا اور عید فسح قریب آ رہی تھی۔ بے جا مخالفتوں کے سبب آپ علیہ السلام اور شاگرد یروشلیم جانے والے قافلوں میں شامل ہو گئے اور براستہ "یریحو" یروشلیم پہنچے۔ سفر کے دوران بھی آپ کی دعوت خدمات پر کوئی کمی نہ آئی بلکہ اس میں مزید اضافہ ہو گیا جس کے سبب شاگرد نہ صرف حیران تھے بلکہ خوفزدہ بھی تھے۔ جب آپ علیہ السلام "یریحو" سے گزرے تو اس وقت آپ پر دو شخص اور ایمان لائے۔[۳۹]

یریحو سے سفر کرتے ہوئے ہفتے کی شام "بیت عنیاہ" پہنچے اور اس وقت "عید فسح" میں دو دن باقی رہ گئے تھے۔[۴۰] مسیحی مفکرین کے ہاں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا یہ ہفتہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے حتیٰ کہ انجیل نویسوں نے بھی سب سے زیادہ اِسی ہفتہ کے واقعات پر زور دیا ہے۔ چنانچہ "متّی"، "لوقا" اور "یوحنّا" کی انجیل کا ایک تہائی، مرقُس کی انجیل کا ایک چوتھائی حصہ اسی ایک ہفتہ کے واقعات سے بھرا پڑا ہے۔ مسیحی اصطلاحات میں اس ہفتے کو "دکھوں کا ہفتہ" کہا جاتا ہے۔ مسیحی مفکرین اس ہفتہ کو یوں تقسیم کرتے ہیں:

ہفتہ:	بیت عنیاہ آمد
اتوار:	یروشلیم میں شاہانہ داخلہ
سوموار:	ہیکل کی دوسری مرتبہ صفائی
منگل:	سردار کاہنوں کے ساتھ بحث مباحثے
بُدھ:	آرام کا دن
جمعرات:	فسح کی تیاری
جمعہ:	آزمائش اور مصلوبیت

مندرجہ بالا دنوں میں جمعرات کا دن جو کہ "فسح کی تیاری" کا دن کہلاتا ہے مسیحی نظریات کے مطابق اس میں یسوع مسیح نے اپنے بارہ شاگروں سے ساتھ شام کا کھانا کھایا تھا جسے "عشائے ربانی" کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس رات ہی بارہ شاگردوں میں سے یہوداہ اسکریوتی نے بے ایمانی کا مظاہرہ کیا اور تیس سکّوں کی خاطر رومی سپاہیوں سے یسوع مسیح کی گرفتاری کی سازش کی۔ انجیل نویس متی لکھتا ہے:

"اس وقت ان بارہ میں سے ایک نے جس کا نام سکریوتی تھا سردار کاہنوں کے پاس جاکر کہا کہ اگر میں اسے تمہارے حوالے کردوں تو مجھے کیا دوگے؟ انہوں نے اسے تیس روپے تول کر دے دیئے اور وہ اس وقت سے اس کے پکڑوانے کا موقع ڈھونڈنے لگا"(۴۱)

چنانچہ اناجیل اربعہ کے مطابق یہوداہ اسکریوتی نے سپاہیوں کے ساتھ مل کر یسوع کو گرفتار کروادیا۔(۴۲) پھر اگلے دن انہیں عدالت میں پیش کیا گیا جہاں مخالفت میں بہت سے لوگوں نے جھوٹی گواہیاں دیں مگر کوئی بھی صدرِ عدالت کے سامنے مقبول نہ ٹھہری اور بالآخر صدر عدالت نے خود اُکسایا اور صدر عدالت اور یسوع کہ مابین مختصر مکالمہ ہوا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ انجیل نویس مرقس اس مکالمہ کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

"پھر سردار کاہن نے بیچ میں کھڑے ہو کر یسوع سے پوچھا کہ تو کچھ جواب نہیں دیتا؟ یہ تیرے خلاف کیا گواہی دیتے ہیں؟ مگر وہ خاموش ہی رہا اور کچھ جواب نہ دیا۔ سردار کاہن نے اس سے پھر سوال کیا اور کہا کیا تو اس ستودہ کا بیٹا مسیح ہے؟ یسوع نے کہا ہاں میں ہوں اور تم ابنِ آدم کو قادرِ مطلق کی دہنی طرف بیٹھے اور آسمان کے بادلوں کے ساتھ آتے دیکھوگے۔ سردار کاہن نے اپنے کپڑے پھاڑ کر کہا اب ہمیں گواہوں کی کیا حاجت رہی؟ تم نے یہ کفر سنا۔ تمہاری کیا رائے ہے؟ اُن سب نے فتویٰ دیا کہ وہ قتل کے لائق ہے"(۴۳)

چنانچہ اناجیل اربعہ میں منقول ہے کہ اس کے بعد یسوع کو صلیب پر لٹا دیا کر قتل کر دیا گیا۔ مسیحی مفکرین کی آراء کے مطابق جناب یسوع مسیح کو گرفتار کر کے مصلوب کر دیا گیا مگر مسلِم روایات کے مطابق نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام گرفتار کیا گیا تھا اور نہ ہی انہیں قتل یا مصلوب کیا گیا تھا جس کی قرآن کریم میں صراحتاً تردید موجود ہے۔

دورِ خامس (رفعِ آسمانی)

مسیحی روایات کے مطابق یسوع کو مصلوب کیا گیا اور جب صلیب پر ان کی موت واقع ہوگئی تو انہیں اتارا گیا اور قریبی باغ میں دفن کر دیا گیا:

"ان باتوں کے بعد ارمتیہ کے رہنے والے یوسف نے جو یسوع کا شاگرد تھا، پیلاطس سے اجازت چاہی کہ یسوع کی لاش لے جائے۔ پیلاطس نے اجازت دی پس وہ آکر اس کی لاش لے گیا اور نیکدیمس بھی آیا۔ جو پہلے یسوع کے پاس رات کو گیا تھا اور پچاس سیر کے قریب مُر اور عُود ملا ہوا لایا۔ پس انہوں نے یسوع کی لاش لے کر اُسے سوتی کپڑے میں خوشبودار چیزوں کے ساتھ کفنایا جس طرح کہ یہودیوں میں دفن کرنے کا دستور ہے"(۴۴)

بائبلی مرویات کے مطابق تدفین کے تین دن اور تین رات بعد مریم مگدلینی نے یسوع کی کھلی ہوئی خالی قبر دیکھی۔(۴۵) جس کے بعد یسوع مختلف لوگوں کو مختلف مقامات پر نظر آیا اور یہ تصور کیا گیا کہ وہ مر کر دوبارہ زندہ ہوگیا ہے۔ یسوع مسیح کے "مردوں میں سے جی اٹھنا"(۴۶) کو اصطلاحاً "قیامت المسیح" کہا جاتا ہے۔ مسیحی نظریات کے مطابق مردوں میں سے زندہ ہو جانے کے بعد یسوع مسیح آسمانوں پر چلے گئے جسے "آسمانی زندگی کا دور" کہا جاتا ہے۔ حیات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا یہ آخری دور ہے جو کہ تاحال جاری ہے۔

مسیحی مفکرین کے نزدیک اگرچہ یہ معروف ہے کہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام مصلوب کر کے قتل کر دیئے گئے تھے مگر اسلامی روایات اس بات کی مکمل تردید کرتی ہیں۔ اس سلسلے میں مسیحی اور مسلم روایات بالکل متضاد ہیں۔ مسیحی روایت میں ہے کہ یہوداہ اسکریوطی کی سازش کے سبب یسوع مسیح کو گرفتار کیا گیا اور انہیں صلیب پر لٹکا کر قتل کیا گیا لیکن قرآن کریم نے اس قصہ کی نقاب کشائی یوں فرمائی ہے:

"وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ--(٤٧)"

"اور ان کی یہ بات کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم جو کہ اللہ کے رسول ہیں کو قتل کر دیا حالانکہ انہوں نے نہ انہیں قتل کیا نہ ہی سولی دی بلکہ یہ معاملہ ان کے مشتبہ کر دیا گیا اور وہ جو اس بارے میں اختلاف کرتے ہیں تو انہیں اس کی کچھ خبر نہیں بلکہ وہ ایک گمان کی پیروی کرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ انہیں قتل نہیں کیا گیا بلکہ اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا جو کہ غالب ہے حکمت والا ہے"

مذکورہ مسلم روایت سے اصل واقعہ یوں ظاہر ہوتا ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی شبہات میں رومی سپاہیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں بلکہ آپ علیہ السلام کی شباہت میں کسی اور شخص کو پکڑ لیا تھا جس پر مقدمہ چلا اور بالآخر سولی پر لٹکا دیا تھا جبکہ دوسری جانب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام رومی سپاہیوں کے گرفتار کرنے سے پہلے ہی اپنی طرف اٹھالیا تھا۔ چنانچہ آپ علیہ السلام عصر حاضر تک اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ ہیں اور قربِ قیامت دنیا میں آئیں گے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مختصر شخصی احوال تھے جن کا خلاصہ یوں ہے کہ آپ کی بغیر باپ کے معجزانہ طور پر پیدائش ہوئی اور اس کے بعد عام زندگی میں مشغول رہے تاہم تیس سال کی عمر میں اعلان نبوت فرمایا اور دعوت و تبلیغ کا آغاز کیا۔ نبوت پہلے سال آپ یہودی قوم میں رفتہ رفتہ بطور نبی اور ربی جانے جانے لگے، دوسرے سال میں بہت سے لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اس دوران آپ سے بہت سے معجزات کا صدور ہوا تاہم نبوت کے تیسرے سال آپ علیہ السلام کی مخالفت کا رجحان قوام پکڑ گیا اور جب آپ علیہ السلام عید فسح کے لیے یروشلم آئے تو انہیں مسیحی روایت کے مطابق گرفتار کر کے مصلوب کر دیا گیا۔

خلاصہ بحث:

حضرت عیسیٰؑ کی بغیر باپ کے معجزانہ طور پر پیدائش ہوئی اور اس کے بعد عام زندگی میں مشغول رہے تاہم تیس سال کی عمر میں اعلان نبوت فرمایا اور دعوت و تبلیغ کا آغاز کیا۔ نبوت کے پہلے سال آپ یہودی قوم میں رفتہ رفتہ بطور نبی اور ربی کے طور پر پہچانے جانے لگے، دوسرے سال بہت سے لوگوں نے آپ کی اطاعت کی اور ایمان قبول کیا اور اس دوران آپ سے بہت سے معجزات کا صدور ہوا مثلاً مردوں کو زندہ کرنا، کوڑھی زدہ اور نابینا کو درست کرنا وغیرہ۔ تاہم نبوت کے تیسرے سال آپ علیہ السلام کی مخالفت کا رجحان قوام پکڑ گیا اور جب آپ علیہ السلام عید فسح کے لیے یروشلم آئے تو انہیں یہودی روایت کے مطابق گرفتار کر کے مصلوب کر دیا گیا۔ یہ مسیحی روایات سے ثابت شدہ ہے۔ جبکہ مذہب اسلام کی رو سے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رومی سپاہیوں کے گرفتار کرنے سے پہلے ہی اپنی طرف اٹھالیا تھا۔ چنانچہ آپ علیہ السلام عصر حاضر تک اللہ تعالیٰ کے ہاں زندہ ہیں اور قربِ قیامت دنیا میں آئیں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ رفعت و نزول عیسیٰؑ کے اختلافی مسائل سے صرفِ نظر، قابل غور امر یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اپنے مقام و مرتبہ اور پیغمبریت کے اعتبار سے الہامی مذاہب بالخصوص مسیحیت اور اسلام میں اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ دونوں مذاہب کے پیروکار کے مشترکہ امور میں سے ایک اہم یہ نکتہ بھی ہے جس پر مکالمہ بین المذاہب کے مشترکہ نکات کی بنیاد ہے۔ اور دونوں مذاہب میں باہمی تعاون اور موضوعِ سخن کے اعتبار سے مرتبتِ عیسیٰؑ سے متعلق مکالمہ

وقت کی ضرورت بھی ہے اور بہت سے نئے پیدا شدہ مسائل کا حل بھی ہے۔

تجاویز و سفارشات:

اس تحقیقی مقالہ کی رو سے درج ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

۱. مکالمہ بین المذاہب مذہبی ہم آہنگی کا ایک اہم ذریعہ ہے دوسرے مذاہب کی اہم شخصیات، عقائد اور شعائر بندگی کا مطالعہ مکالمہ بنیالمذاہب کی پہلی سیڑھی ہے۔

۲. عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اور رسول ہیں جن کا احترام تمام مذاہب کے ماننے والوں پر واجب ہے بالخصوص مسیحیت اور اسلام کے ماننے والوں کے لئے, اس لئے بقائے باہمی سب کے لئے ضروری ہے لہذا اس بنیادی مقصد کے حصول کے لئے مسلمانوں اور عیسائیوں میں مذہبی ہم آہنگی کا شعور عام کرنا غروری ہے۔

۳. نبی گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں لہذا ان سے ہونے والے قتل کو ارادۃً سرزد گناہ نہ تصور کیا جائے۔

۴. چونکہ قرآن آخری الہامی کتاب ہے جو محفوظ شدہ ہے لہذا اس کی تعلیمات کو مانتے ہوئے مصلوبیتِ مسیح کا ابطال لازم ہے۔

۵. عیسیٰؑ زندہ ہیں اور قربِ قیامت ان کا نزول یقینی ہے لہذا اس عقیدہ پر ایمان رکھنا واجب ہے۔

۶. مسیحیت اور اسلام کے مشترکہ نکات میں سے اہم نکتہ حضرت عیسیٰؑ کا اعلیٰ و ارفع مقام و مرتبہ ہے اور ان کے دعویٰ پیغمبریت کا اثبات ہے جسے دونوں مذاہب برحق مانتے ہیں۔لہذا اس اہم نکتہ کی طرف مختلف کانفرنسز اور سیمینارز کے ذریعے مختلف پلیٹ فارمز پر توجہ دلائی جائے۔

حوالہ جات

[1] ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابوداؤد، (بیروت: دار الفکر، ۲۰۰۵ء) طبع اول، کتاب الفتن والملاحم، باب ذکر الفتن ودلائلھا، رقم الحدیث ۴۲۵۲

[2] احمد بن محمد بن حنبل، المسند، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ۲۰۰۱ء)، طبع اول، مسند الانصار، حدیث ابی امامۃ الباھلی، رقم الحدیث ۲۲۲۸۸

[3]: الاخلاص: ۱۔۴

[4]: این میلنز، یسوع ناصری، مترجم: داؤد شمس، (لاہور: مسیحی اشاعت خانہ، ۱۹۹۶ء) ص ۳۳۔۴۵

[5] لوقا: ۲۶۔۳۵

[6] مریم: ۱۶۔۲۲

[7]: خیر اللہ، الف۔ایس، قاموس الکتاب، مسیحی اشاعت خانہ، لاہور، ۱۹۹۳ء، طبع پنجم، ص ۱۱۴۰

[8] Paul Ernest, Philosophy of Incarnation, Retrieved: Jan 10, 2019 at 10:53 pm, www.zindagitv.com

[9]: آل عمران: ۵۹

[10]Dunn, James D. G., Jesus Remembered, (Cambridge: William B. Eerdmans Publishing Company, 2003) p 312

[۱۱]متی ۲۳:۱

[۱۲]لوقا ۲۱:۲

[۱۳]وضعی نام سے مراد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع آسمانی کے بعد یہ نام آپ کے لیے پطرس نے وضع کیا تھا جیسا کہ نیو کیتھولک انسائیکلوپیڈیا (ج۹، ص۵۴۵) میں ہے۔

[۱۴]ناصرت (Nazareth)، اسرائیل (Israel) کے شہر یروشلم (Jerusalem) سے تقریباً چونسٹھ میل دوری پر واقع ہے۔

[15]: این میلنز، یسوع ناصری، ص:۳۲

[۱۶]خیر اللہ، الف۔ ایس، قاموس الکتاب، ص ۱۱۴۰

[۱۷]لوقا ۵۲۔۴۰:۲

[۱۸]: متی ۵۶۔۵۵:۱۳

[۱۹]: مسیحیت میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کو "یوحنا اصطباغی (بپتسمہ دینے والا)" کے نام سے جانا جاتا ہے۔

[۲۰]: مرقس ۱۳۔۱۲:۱

[۲۱]: این میلنز، یسوع ناصری، ص ۴۵

[۲۲]: یوحنا ۳۷:۱۱، یوحنا ۴۹:۱

[۲۳]: این میلنز، یسوع ناصری، ص ۴

[۲۴]: یہودیوں میں "عید فسح" ایک خاص عید ہے جو ہر سال اپریل میں یروشلیم میں منائی جاتی تھی۔

[۲۵]: یوحنا ۱۶۔۱۳:۲

[۲۶]: یسعیاہ ۱:۹

[۲۷]: ایضاً

[۲۸]: یوحنا ۱۱:۲

[۲۹]: مرقس ۴۴:۶

[۳۰]: متی ۳۳۔۲۲:۱۴

[۳۱]: متی ۳۴:۲۰

[۳۲]: لوقا ۲۵۔۲۲:۸

[۳۳]: مرقس ۱۲۔۱:۲

[۳۴]: متی ۲۶۔۱۸:۹

[۳۵]: این میلنز، یسوع ناصری، ص:۷۷

[۳۶]: متی ۲۱:۱۵

[۳۷]: مرقس ۲۷:۸

[۳۸]: یوحنا ۴۰:۱۰

[۳۹]: متی ۳۴۔۲۹:۲۰

[۴۰]: مرقس ۱:۱۴

[۴۱]: متی ۲۶: ۱۴۔۱۶

[۴۲]: مرقس ۱۴: ۶۰۔۶۳

[۴۳]: متی ۲۶: ۱۴۔۱۶

[۴۴]: یوحنا ۱۹: ۳۸۔۴۰

[۴۵]: یوحنا ۲۰: ۱

[۴۶]: یوحنا ۲۰: ۹

[۴۷]: النساء ۴: ۱۵۷۔۱۵۸